موازنہ میرؔ و غالبؔ اور شمس الرحمٰن فاروقی

ڈاکٹر شبیر احمد قادری

Dr. Shabbir Ahmad Qadri

Chairman, Department of Urdu,

Riphah International University, Faisalabad.

Abstract:

Shams-ur-Rehman Farooqui is a well known short story writer, critic and researcher of current era. He has written several books of different topics. Urdu Classical poetry, his specific field. Mir Taqi Mir and Mirza Ghalib are two great poets of Urdu Poetic History. Farooqui Has a great critical approach towards literature especially in prose. This article throw light on the comparative study of Mir o Ghalib by Shams-ur-Rehman Farooqui.

اُردو شعرا جو اپنے جداگانہ طرزِ احساس اور عظمتِ فن کی بدولت مقبولیت کی انتہاؤں کو چھونے میں کامیاب رہے ہیں۔ ان میں ایک اہم نام میر تقی میر اور دوسرا مرزا اسد اللہ خان غالب کا ہے۔ حیرت کا مقام یہ ہے کہ ان دونوں رنگوں کو محبوبیت کی حد تک پذیرائی ملی۔ مطالعاتِ غالب کے بھی کئی رنگ مقبول ہوئے، کلامِ غالب کے ترجمہ وتشریح کی شان دار مثال قابل رشک ہیں۔ دیگر شعرا کے ساتھ ان کا تقابل کرنے کے بعد جو نتائج سامنے آئے ہیں، معتقدینِ غالب کے ہاں ان کی حیثیت بھی کسی انمول خزانے کی سی ہے۔ تقابل کے یہ زاویے اس انداز سے اجاگر کیے گئے کہ کسی دوسرے شاعر کو پسند کرنے والے بالآخر دو ہی شعرا کے قائل دکھائی دیتے ہیں۔ ایک میر تقی میر اور دوسرے مرزا غالب۔ ان دونوں شعرا کے تنقیح طلب اشعار کو ان کے دیگر اقوال وافکار کی روشنی میں سچ تو یہ ہے کہ سب سے زیادہ توجہ کا مرکز بنایا گیا اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ کہتے ہیں کہ معنی از معنی خیزد۔ معنی خیزی کا یہ عمل شمس الرحمٰن فاروقی کے ہاں بہت ملتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ میر و غالب کو جس انداز وطریق کے ساتھ انھوں نے سمجھا اور سمجھایا ہے وہ بجائے خود نادر الوقوع ادبی صورتِ حال ہے۔

خاص طور پر میر فہمی کے قرینے یکسر جداگانہ نوعیت کے ہیں۔ ''شعر شور انگیز'' ان کی اسی عمق نگاہی کی شاہ کار ہے۔ چار جلدوں میں انھوں نے عالمی ادب سے استفادے کی ایسی مہک بھر دی ہے کہ جُوں جُوں ورق پلٹتے جاتے ہیں، مشامِ ذوق مہکتے چلے جاتے ہیں۔ ''شعرِ شور انگیز'' منتخب کلامِ میر کی شرح ہے جس کا غالب حصہ غزلیات کے اشعار پر مبنی ہے۔ کہیں دیگر اصناف کے اشعار پر بھی خامہ فرسائی کی گئی ہے۔ یہ ہے تو کلامِ میر کی شرح مگر غالب کہیں آزو بازو سے داخل ہو ہی جاتے ہیں اور پھر شمس الرحمٰن فاروقی بہ دلائل میر کے دفاع میں آن کھڑے ہوتے ہیں۔ وہ میر کو فکری وفنی ہر دو اعتبار سے غالب کے درِ سخن پر جھکنے نہیں دیتے۔ ان کی غیرتِ نقد ونظر گوارا نہیں کرتی کہ کوئی شاعر کسی بھی لحاظ سے میر کے قد کے برابر بھی آئے۔ اہم بات یہ ہے کہ وہ اس عمومی رائے سے اتفاق نہیں کرتے کہ غالب اور میر الگ الگ طرح کے شاعر ہیں۔ ان کی رائے میں:

''دونوں کے اسلوب مختلف ضرور ہیں لیکن دونوں ایک ہی طرح کے شاعر ہیں، اس معنی میں کہ دونوں کی شعریات ایک ہے یعنی اس سوال کا جواب کہ ''شاعر کی خوبیاں کیا ہیں'' دونوں کی بوطیقا میں تقریباً ایک تھا۔ شاعری کے بارے میں دونوں کے مفروضات ایک طرح کے تھے۔ صرف اتنا کہنے سے کام نہیں چلے گا کہ دونوں ایک روایت کے پروردہ تھے۔ کیوں کہ اس ایک روایت کے پروردہ تو درد اور سودا اور آتش و ناسخ وغیرہ سب تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان سب شاعروں میں ایک سطحی مماثلت بھی ہے ناسخ تو اپنے کلام میں جگ جگہ درد کا نام بھی لیتے ہیں۔ میری مراد یہ ہے کہ اس روایت کو تخلیقی اور اجتہادی سطح پر غالب اور میر نے تقریباً ایک ہی طرح برتا۔'' (۱)

شمس الرحمٰن فاروقی غالب کے تخیل کو آسمانی جب کہ میر کے تخیل کو زمینی کہتے ہیں۔ شمس الرحمٰن فاروقی نے میر کے کلام کی شرح کرتے ہوئے سب سے زیادہ غالب کی شعری مثالیں دی ہیں اور اپنے چشم کشا افکار، بصیرت افروز خیالات اور ارفع و اعلیٰ تنقیدی آراء کی بدولت ''موازنہ میر و غالب'' ترتیب دے دیا ہے۔ وہ فکر میر کے قتیل اور غالب کی زلف سخن کے اسیر معلوم ہوتے ہیں۔ ان کی میر پسندی کی بنا پر میزانِ نقد پر میر کا پلڑا بھاری رکھنے کے آرزومند دکھائی دیتے ہیں۔ میر کے مقابلے میں مداحی اور اثر پذیری کے باوصف ان کا یہ موازنہ یک گونہ مکابرہ بن کر رہ جاتا ہے۔ موازنہ کے مقابلے میں یہ لفظ ڈاکٹر سید عبداللہ نے اپنی ایک تحریر میں دیا ہے۔ ''موازنہ انیس و دبیر'' کے ذیل میں ان کی رائے یہ تھی، شبلی نے پہلے ہی یہ فیصلہ کر لیا کہ انیس کو دبیر سے بڑا شاعر ثابت کرنا ہے سو وہ اسی نوع کے دلائل اور اشعار کا انتخاب کرتے ہیں جن کی روشنی میں ایک کو بڑا اور دوسرے کو ارادتاً چھوٹا شاعر ثابت کرنا ہی مکابرہ کہلاتا ہے۔ یہ کہا جائے کہ میر و غالب کے موازنے (اگرچہ فاروقی نے کہیں اس رائے کا اظہار نہیں کیا) میں کم و بیش یہی انداز اپناتے ہیں۔ وہ غالب سے متاثر ہیں مگر عجیب رنگ سے طرح دے کر کوچہ میر کی سیر کرنے لگتے ہیں۔

شمس الرحمٰن فاروقی کی یہ رائے صدفی صد درست معلوم ہوتی ہے کہ غالب نے میر کی زبان اور ادب و لہجہ اپنانے کی شعوری کوشش نہیں کی۔ اس ضمن میں وہ اثر لکھنوی اور دیگر شارحین و ناقدین سے اختلاف کا اظہار کرتے ہیں۔ شمس الرحمٰن فاروقی کی یہ آراء بہت اہمیت کی حامل ہیں:

''غالب نے میر کی زبان اور اسلوب کو کبھی اختیار کیا جس طرح ''اشرافیہ'' اور ''ادبی'' زبان کے وہ خالق تھے وہ میر کی سی زبان کو قبول ہی نہ کر سکتی تھی۔

غالب نے جہاں جہاں میر سے مضمون یا کسی بات کا کوئی پہلو مستعار لیا ہے تو ہمیشہ اس میں نئی بات پیدا کی ہے یا پھر مزید معنویت داخل کی ہے۔ انھوں نے شعر پر شعر لکھنے کے بجائے چراغ سے چراغ جلایا ہے اور اکثر اوقات ان کا چراغ میر سے روشن تر نکلا ہے۔ اولیت کا شرف میر کو ضرور حاصل ہے اور تخیل کا پھیلاؤ جیسا کہ میر کے یہاں اکثر نظر آتا ہے، غالب کے یہاں وہ صورت نہیں لیکن مضمون اور اسلوب اور معنی ہیں غالب جو کہ میر سے مستعار لیتے ہیں، اس پر بسا اوقات اضافہ ہی کرتے ہیں۔'' (۲)

شمس الرحمٰن فاروقی نے ''شعر شور انگیز'' میں فکرِ میر کا مطالعہ کرتے ہوئے جا بجا فارسی، اردو شعرا اور قدیم داستانوں سے مثالیں درج کی ہیں۔ سودا، سوز، میر اثر، قائم چاند پوری، ناسخ، آتش، مصحفی، قدرت اللہ، مومن خاں مومن، داغ، جلال وغیرہ کے اشعار بطور نمونہ زیبِ قرطاس کرتے ہیں مگر ان کی نگاہ میں کوئی بھی تو نہیں جچتا۔ تاہم فکرِ غالب کا جادو ہے کہ ان کے سر چڑھ کر بولتا ہے۔ جلد اول کے دیباچے کے پہلے دو باب اسی موازنۂ میر و غالب سے متعلق ہیں، عناوین ملاحظہ ہوں:

باب اول: خدائے سخن، میر کہ غالب؟

باب دوم: غالب کی میری

اس سے پہلے کہ ''شعرِ شور انگیز'' میں مندرجہ ذیل باتوں کو آگے بڑھایا جائے ''تفہیمِ غالب'' میں غالب کے اس شعر:

پیکرِ عشاق ساز طالع نا ساز ہے
نالہ گویا گردشِ سیارہ کی آواز ہے

جدید علم الافلاک، کہکشاؤں اور ستاروں کے جھرمٹ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ غالب کے زمانے میں یہ دریافتیں ابھی کتمِ عدم میں تھیں لیکن ان کے وجدانی علم نے حسبِ معمول ان دقائق تک رسائی حاصل کر لی جو ابھی کسی کی دسترس میں نہ تھے۔ شعر زیرِ بحث میں بھی تنِ تنہا گردش کرتے ہوئے سیارے کا پیکر اسی طرح کے وجدانی علم کا کرشمہ ہے۔ ان تمام باتوں سے قطع نظر شعر میں عشاق، ساز، ناساز، طالع، گردش، سیارہ گویا اور آواز میں اس قدر پیچ در پیچ رعایتیں ہیں کہ نوجوان شاعر کے ذہن رسا کی داد دینی پڑتی ہے اور یہ کہنا پڑتا ہے کہ غالب نے از دل خیزد بر دل ریزد کے مقولے کو غلط ثابت کر دیا۔ (۳) گویا وہ میر کے مقابلے میں فکر غالب میں موجود تعقلات کی اہمیت کو تسلیم کرتے اور اسے میر کے مقابلے میں غالب کا امتیاز خیال کرتے ہیں۔

فاروق ارگلی ''شعر شور انگیز'' کو شمس الرحمٰن فاروقی کی تحقیق و تنقید، تجربے، تاثر، ریاضت، غیر معمولی شعری بصیرت اور پیکر تراشی کا زندہ اعجاز قرار دیتے ہوئے غالب فہمی کو ان کے تنقیدی و تحقیقی سفر کا وقتی پڑاؤ اور میر شناسی کو ان کی حقیقی منزل قرار دیتے ہیں:

> ''تفہیم غالب اردو ادب کا سب سے پیچیدہ اور ادق موضوع رہا ہے۔ حالی سے لے کر اب تک نہ جانے کتنے گہرے اور اتھلے شارحین غالب اور ماہرین غالبیات گزر چکے اور بہت سے اب بھی خراماں خراماں گزر رہے ہیں۔ ۱۹۶۹ء کی غالب صدی کی دہائیوں کے دوران اردو دنیا میں امنڈ آنے والے غالبی موسم کی امس میں، شمس الرحمٰن فاروقی تفہیم غالب، غالب پر چار تحریریں، غالب کے چند پہلو اور تنقیدی بیانیہ، کے ساتھ غالب کلام غالب، اور عصرِ غالب کی خوشبوؤں کا تر و تازہ جھونکا بن کر مہکے، لیکن غالب ان کے تنقیدی و تحقیقی سفر کا شاید وقتی پڑاؤ تھے، منزل نہیں۔۔۔ غالب سے پہلے ہو چکے ریختے کے استاد میر کو حالی کے بعد مدتوں تک کسی نے گہری نظر سے دیکھنے کی کوشش ہی نہ کی، کی بھی تو سرسری، میر کی سہل نگاری اور بالکل سامنے کی باتوں پر آہ اور واہ کے سوا زیادہ غور کرنے کی ضرورت بھی کسی کسی کو ہی محسوس ہوئی۔ ہمارے وقتوں میں حامدی کاشمیری کی کارگہِ شیشہ گری، قاضی افضال

حسین کی میر کی شعری لسانیات اور پروفیسر نثار احمد فاروقی کی تلاشِ میر کے بعد میر کی دروں بینی، ایمائیت، رمزیت، اشاریت، حسن کی جلوہ نمائیوں، عشق کی بلاخیزیوں اور حیات و ذات کی پنہائیوں کی چھنکار، اس کے سادہ، سریلے شعروں میں کھنکتی ہوئی شورانگیزی کو پیشرو میر دانوں سے زیادہ صاف صاف سنا۔ شمس الرحمٰن فاروقی نے ان کے تنقیدی و تجزیاتی شاہکار ''شعرشورانگیز'' کی چار ضخیم جلدیں رہتی اردو تک ان کے احسانِ میر شناسی کی پرشور گواہی دیتی رہیں گی۔''(۴)

میر تقی میر کے تین اشعار ملاحظہ ہوں۔ جن کی شرح میں وہ میر کی ہنرمندی کے ساتھ ساتھ غالب کی عظمتِ فن کے بھی قائل دکھائی دیتے ہیں:

دل عشق کا ہمیشہ حریف نبرد تھا
اب جس جگہ کہ داغ ہیں یاں آگے درد تھا
اک گرد راہ تھا پئے منزل تمام راہ
کس کا غبار تھا کہ یہ دنبالہ گرد تھا
تھا پشتہ ریگ بادیہ اک وقت کارواں
یہ گرد باد کوئی بیاباں نورد تھا

میر تقی میر کے ان اشعار کی شرح میں شارح نے غالب کا ذکر بڑے دلآویز پیرائے میں کیا ہے:

''اس زمین میں غالب نے غیر معمولی غزل کہی ہے لیکن میر کے بھی ان تین شعروں کے آہنگ کی گونج غالب کے یہاں سنائی دیتی ہے۔ خاص کر زیرِ بحث شعر کا دوسرا مصرع تو غالب کا کہا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ غالب نے اس قافیے کو باندھا بھی اس طرح ہے کہ ان کے مضمون میں میر کا مضمون جھلک رہا ہے:

جاتی ہے کوئی کشمکش اندوہِ عشق کی
دل بھی اگر گیا تو وہی دل کا درد تھا

غالب کا خیال زیادہ نازک ہے لیکن میر کے بھی دوسرے مصرعے کی ڈرامائیت اپنا جواب آپ ہے، غالب نے اندوہ عشق کی کشمکش کا ذکر کیا ہے، میر کا میدان زیادہ وسیع ہے وہ دل اور عشق کو نبرد آزما دیکھتے ہیں۔۔۔''(۵)

ڈاکٹر سید عبداللہ بھی شمس الرحمٰن فاروقی کے مانند میر تقی میر کے شعری کمالات اور عظمت فن کے معترف ہیں۔ تاہم وہ بھی غالب کے طرزِ احساس اور لفظوں کے دروبست پر قدرت کو کلیتاً نظرانداز نہیں کر پاتے۔ ایک مقام پر وہ لکھتے ہیں:

''اُردو غزل کے اسماء الرجال میں دو بہت بڑے نام ہمارے سامنے آتے ہیں۔ ایک میر دوسرا غالب۔ دونوں اپنے اپنے رنگ میں یکتا ہیں۔ دونوں کی عظمت سے انکار کرنا ممکن نہیں۔ بہ حیثیت مجموعی غالب کا درجہ میر سے بلند تر ہے۔ فرداً فرداً میر کی بعض غزلیں اور

بعض اشعار غالب کی غزلیات سے زیادہ پُر درد، زیادہ نشتر دار اور غنائیت کا بہتر نمونہ ہیں۔
میں نے غالب کو میر پر ترجیح دے کر ایک بہت بڑا دعویٰ کیا ہے۔ خصوصاً اس لیے کہ خود بھی
میر کے کمال کے معترف ہیں مگر غالب کی غزل کے غائر مطالعہ کے بعد ان کو اُردو کا بہترین
غزل گو قرار دیے بغیر چارہ نہیں۔''(۶)

شمس الرحمٰن فاروقی بلا شبہ اُردو کے سب سے بڑے شاعر کے سب سے بڑے شارح بن کر سامنے آئے ہیں۔ انتقادیات کے ذیل میں ان کے تعبیر و تفہیم کے انداز واقعی دو وجوں سے مختلف اور منفرد ہیں۔ ''شعر شور انگیز'' میر کے ساتھ ساتھ اردو کے بہت سے کلاسیک عہد کے شعرا کے ساتھ معاصر دور کے منتخب سخن وروں کے فکر و فن کے ذیل میں قاری کو خوب خوب رہنمائی فراہم کرتی ہے۔

شمس الرحمٰن فاروقی شاعری کے ایسے شان دار اور باریک بین پارکھ اور تجزیہ کار ہیں کہ دور دور تک کوئی دوسری مثال دکھائی نہیں دیتی۔ ''شعر شور انگیز'' ہو ''تفہیمِ غالب'' ہو یا ان کی دیگر کتب، وہ ایک مثالی نقاد بن کر ابھرتے ہیں۔ شعروں کے تجزیے وہ ایسے دلائل و براہین کی روشنی میں کرتے ہیں کہ قاری کے پاس دوسرا اختیار نہیں رہتا کہ وہ ان کی آواز میں آواز ملائے اور قائل ہوتا چلا جائے۔ شمس الرحمٰن فاروقی کے ارفع و اعلیٰ مطالعے کی دین اور پُر اعتماد لب و لہجے کی عطا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ شمس الرحمٰن فاروقی، شعر شور انگیز، جلد اول، نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان، طبع دوم، ۱۹۹۷ء، ص: ۳۴۔۳۵
۲۔ ایضاً، ص: ۳۹
۳۔ شمس الرحمٰن فاروقی، تفہیم غالب، لاہور: اظہار سنز، ۱۹۸۹ء، ص: ۲۹۳
۴۔ فاروق ارگلی، اعتبارِ علم و آگہی، وقار لفظ و معنی شمس الرحمٰن فاروقی، ص: ۳
۵۔ شمس الرحمٰن فاروقی، شعر شور انگیز، جلد اول، ص: ۴۴۱
۶۔ عبداللہ، سید، ڈاکٹر، ولی سے اقبال تک، لاہور: لاہور اکیڈمی، طبع دوم، ۱۹۶۳ء، ص: ۲۳۹

☆......☆......☆